© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحبزادہ برق التوحیدی
فیصل آباد

احسن الجواب الیٰ مناقب الاصحاب

(قسط ۳)

تیسرا مقام ابوتراب نے اپنے مقالہ میں جن مقامات پر غلطی کی ہے ان میں سے تیسرا مقام یہ ہے کہ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو قرآن مجید حفظ نہ تھا۔ مزید براں حضرت شیخین حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی نسبت قلیل الروایۃ تھے۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ شیخین تمام صحابہ سے زیادہ صاحب علم تھے۔

اس دعویٰ کے نقض سے قبل یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ابوتراب کا یہ محض ایک دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور اسے سینہ زوری اور دریدہ دہنی کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ ورنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معیار کے مطابق تمام صحابہ سے افضل اور اعلم واحفظ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے مرض الموت میں امامت کے لیے جناب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا اور ایک قاعدہ کلیہ مقرر فرما دیا۔

یوم القوم اقرءھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءۃ سواء فاعلمہم بالسنۃ۔

یعنی امامت وہ کروائے جو تمام سے زیادہ کتاب اللہ کو پڑھنے والا ہو۔ اگر اس میں برابر ہوں تو سنت کو زیادہ جاننے والا امامت کرائے۔

اس اصول کے پیش نظر یہ بات کہنی عین حقیقت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرامؓ سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے زیادہ عالم و قاری تھے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یا بی اللہ والمومنون الا ابابکر"

سید الفقہاء امام المجتہدین امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی الجامع الصحیح میں مذکورۃ الصدر حدیث کو ذکر کرنے سے پہلے درج ذیل الفاظ میں ترجمۃ الباب قائم فرماتے ہیں۔

"باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ"

جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ امام بخاری سمجھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ دوسرے صحابہ کرامؓ سے زیادہ صاحبِ علم وفضل تھے اور حقیقت امر بھی یہی ہے اسی بنا پر آپؐ نے بنی عمرو اور بنی عوف کے درمیان صلح کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

"لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ"

یعنی جس جماعت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں ان کی امامت حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کو کروانا درست نہیں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اعلمو بالسنۃ اور اقرأ لکتاب اللہ میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اعلم بالسنۃ کو فقاہت لازمی ہے جو فقاہت کتاب اللہ کو مستلزم ہے اور فقاہت کے لیے مواد کا مستحضر ہونا لابدی ہے اور اقرء لکتاب اللہ کا لزوم حفظ کے ساتھ بھی بدیہی ہے کیونکہ عادۃً یہ بات متحقق ہے کہ حافظ بہ نسبت دوسرے شخص کے زیادہ قاری ہوتا ہے۔ چنانچہ اس صغریٰ کبریٰ کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صحابہ میں نہ کوئی کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والا تھا اور نہ ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ بالخصوص جب کہ بعض اصحاب تراجم نے یہ صراحت لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حافظ قرآن تھے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

"دیگر آنکہ جمع کردہ بود قرآن را یعنی حفظ کردہ بود تمام آں را امام نووی در تہذیب بآں تصریح کردہ وایں معنی را شاہد لیست قوی وآں آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امر کرد بامامتِ صدیقؓ حالانکہ در شریعت مقرر شد یؤمکم اقرءکم۔

(ازالۃ الخفا مترجم ج۳ ص۲۶)

یعنی دوسری یہ کہ انہوں نے قرآن کو جمع کیا تھا یعنی تمام قرآن کو حفظ کیا تھا۔ امام نووی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے تہذیب میں اس کی تصریح کی ہے اور اس معنی کا ایک قوی شاہد ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت صدیق کا حکم دیا اور اس قاعدہ کو شریعت میں مقرر کیا گیا ہے کہ تمہاری امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو۔"

امام ذہبی نے طبقات القرائین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حافظ ہونے کے متعلق امام ابوالحسن الاشعری کی تصریح نقل کی ہے۔ علامہ سیوطی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"ابو عبید ہی نے کتاب القرأت میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو حضرات قاری قرآن (حافظ قرآن) تھے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ مہاجرین میں سے چاروں خلفاء (یعنی حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم) طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ رضی اللہ عنہم الخ

(الاتقان اردو ص ۱۸۲ ج ۱)

علامہ سیوطی، ابن حجر کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

بکثرت حدیثوں سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات ہی میں قرآن کے حافظ تھے کیونکہ صحیح روایت میں ثابت ہے کہ انھوں نے اپنے مکان کے پہلو میں ایک مسجد بنا رکھی تھی اور اس میں وہ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ (ایضاً ص ۱۸۱ ج ۱)

ان کے حوالہ جات کو ہم مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کر رہے ہیں ورنہ تتبع سے بہت سی نصوص مل سکتی ہیں کہ حضرات شیخین حافظ قرآن تھے۔

امام ابن عبدالبر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ:

رحم اللہ ابا بکر کان اول من جمع بین اللوحین۔

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنھوں نے قرآن مجید کو اولین طور پر مدون شکل دی۔

حافظ ابن کثیر مذکورہ الصدر حدیث کے بعد رقمطراز ہیں۔

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بطور امام مقدم کیا تھا اور ایسے رکن کی ادائیگی میں امام بنایا جو اسلام کا تمام سے بڑا رکن ہے۔

شیخ ابوالحسن الاشعری اس تصریح کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"تقدیمہ امر معلوم بالضرورۃ من دین الاسلام"۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ "ابوبکرؓ کو آگے کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ تمام صحابہ سے زیادہ عالم اور کتاب اللہ کو زیادہ پڑھنے والے تھے جیسا کہ علماء کی مجمع علیہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ امامت کا زیادہ حق دار وہ شخص ہے جو علی الترتیب کتاب و سنت، کو زیادہ سمجھنے والا اور جاننے والا ہو پھر عمر پھر تقدیم اسلام کا اعتبار کیا جائے گا۔ حافظ ابن کثیر اشعری کی اس کلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"وھذا من کلام الاشعری رحمہ اللہ مما ینبغی ان یکتب بماء الذھب ثم قد اجتمعت ھذہ الصفات کلھا فی الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ"۔ (بدایہ)

علاوہ ازیں آپ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول پڑھ چکے ہیں کہ شیخین تمام صحابہ کرام سے زیادہ فقیہ اور کتاب اللہ کو پڑھنے والے تھے ان کے علاوہ بھی متعدد صحابہ کرامؓ کے اقوال ایسے موجود ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے جیسا کہ کتب سیر صحابہ اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا یہاں استیعاب مراد نہ ہونے کی بنا پر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

دوسرا حصہ

جہاں تک اس اعتراض کے دوسرے حصہ کا تعلق ہے تو جاننا چاہیے کہ وہ بھی بدیہی البطلان ہے کیونکہ ابوتراب کو کیونکر یہ یقین ہوا کہ شیخین سے صرف یہی ذخیرہ حدیث منقول ہے جب کہ تمام ذخیرہ حدیث نہ نوک قلم پر آسکا اور جو مکتوب ہے اس میں سے بھی بیشتر حصہ غیر مطبوع ہے اور اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ لازم نہ آئے گا کہ شیخین تمام صحابہ سے کم علم تھے کیونکہ قلیل الروایہ ہونا قلیل العلم کو لازم نہیں ویسے بھی یہ مفروضہ محال کیونکہ ایسے صحابہ کرام جو ابتدا نبوت میں یا اپنے اسلام لانے کے وقت سے لے کر حین وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ رہے ہوں خواہ سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، بر یا بحر، امن ہو یا جنگ وہ دیگر ساتھیوں سے اخذ حدیث میں کیسے کم ہو سکتے ہیں۔ پھر بالخصوص پوزیشن دربار رسالت میں عمرین کو حاصل تھی وہ کسی دوسرے کا نصیبہ نہ تھی۔

چنانچہ دیکھیے مدفن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جب اختلاف ہوا تو کسی کثیر الروا یا قلیل الروایہ صحابی کو وہ حدیث معلوم نہ تھی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیش فرمائی کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"پیغمبر وہیں دفن ہوتا ہے جہاں وفات پائے" ـــ بشرطیکہ سچا ہو ـــ اسی طرح اختلافِ خلافت کے وقت " الائمۃ من قریش " حدیث بھی صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی پیش فرما سکے ۔ ایسے ہی دیگر واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ ابوتراب کا مفروضہ سراسر خلافِ حقیقت ہے ۔

علاوہ ازیں بہت سے صحابہ کرام جو کہ کثیر الروایہ بھی ہیں انھوں نے ذخیرہ حدیث حضرات شیخین ہی سے سنا ہے اور ان روایات کو "مراسیلِ صحابہ" کے قبیل سے بیان فرماتے ہیں اسی طرح شیخین کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں فتویٰ دینا بھی ان کے کثیر العلم ہونے کا بین ثبوت فراہم کرتا ہے نیز شیخین کے تمام صحابہ کرام سے صاحبِ علم و فضل اور افقہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس قرن مشہود بالخیر میں تمام صحابہ مشکل مسئلہ میں ان دونوں خلفاء کی طرف ہی رجوع کرتے تھے اور یہ اسی وقت ہی ہو سکتا ہے جب کہ تمام صحابہ کرام اس بات کے قائل ہوں کہ ہم تمام سے زیادہ صاحب علم یہی حضرات ہیں ۔ اس بات کو ابن سعد نے طبقات میں یوں نقل کیا ہے کہ جب صحابہ سے سوال کیا جاتا کہ زمانہ نبوت میں کون فتویٰ دیتا تھا تو وہ جواب دیتے ـــ ابوبکر وعمر ما اعلم منھما ـــ چنانچہ یہ بات دلائل و براہین اور قرآن و شواہد سے پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ شیخین کثیر الروایہ، کثیر العلم اور حافظہ و فقاہت کے اعتبار سے بھی تمام صحابہ پر مقدم تھے جب کہ خود صحابہ کرام بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی متعصب اٹھ کر یہ دعویٰ کرے کہ وہ قلیل العلم تھے تو اس کا یہ دعویٰ قابلِ التفات نہ ہوگا کیونکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے !

اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ حضرت ابوبکرؓ قلیل الروایہ تھے جیسا کہ ظاہراً ذخیرہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو اس کی متعدد وجوہ اور متفرق اسباب ہیں مثلاً ،

۱ ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت قلیل عرصہ تک زندہ رہے اور اتنے قلیل وقت میں کم ہی روایات لوگوں تک پہنچائی جا سکتی تھیں ۔

۲ ۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جتنی دیر زندہ رہے امور خلافت میں مشغول رہے ۔ جس کی بنا پر کثیر الروایہ نہ بن سکے ۔

۳ ۔ آپ کے دور مسعود میں اکثر کبار صحابہ موجود تھے اور قریب قریب کے لوگ انھیں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رجوع کر لینے میں آسانی سمجھتے اور خلیفہ وقت کی مصروفیات کا لحاظ کرتے ہوئے آپ سے کم سوال کرتے چنانچہ آپ کی روایات کی تعداد کم رہی۔

۴۔ آپ کے قلیل الروایہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آپ کے زمانہ میں مسلمان اکثر جہاد میں مشغول رہے اور جہاں کہیں کسی کو مسئلہ پیش آتا ساتھی سے پوچھ لینا اور آپ کے پاس نہ آتا یعنی یہ جنگی ضرورت بھی آپ کے قلیل الروایہ ہونے کا سبب بنی۔

۵۔ یہ ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں کہ متعدد صحابہ کرام آپ سے مرسل طور پر روایت کرتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر، عثمان، علی، عبدالرحمان بن عوف، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، حذیفہ، زید بن ثابت، عقبہ بن عامر، معقل بن یسار، انس، ابوہریرہ، ابوامامہ، ابوبرزہ اور ابوموسیٰ اشعری کے علاوہ آپ کی دونوں بیٹیاں (اسماء و عائشہ) کے علاوہ دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ذخیرہ حدیث اخذ کیا ہے۔

اب یہ تمام صحابہ قریباً آپ کا ذکر کیے بغیر حدیث بیان کرتے ہیں جو صحابہ کے عادل و صادق اور ضابط ہونے کے اعتبار سے محل نظر تو نہیں لیکن وہ در حقیقت حضرت ابوبکرؓ ہی کی روایات ہیں حافظ ابن قیم اسی اصولی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

"وهذا عبد الله بن عباس رضی الله عنهما حبر الامة وترجمان القرآن مقدار ما سمع من النبی صلی الله علیه وسلم لم یبلغ نحو عشرین حدیثا الذی یقول فیه سمعت ورأیت سمع الکثیر من الصحابة و بورث له فی فهمه والاستنباط منه حتی ملأ الدنیا علما و فقها" (الوابل الصیب)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (جن کا خطاب حبر الامۃ اور مفسر قرآن ہے) نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست صرف بیس احادیث روایت کی ہیں اور باقی تمام روایات دیگر صحابہ کی معرفت ہیں لیکن اس کے باوجود تفقہ و اجتہاد میں ان کے کارہائے نمایاں کا یہ عالم ہے کہ تمام دنیا علم و فقہ الفیں کی رہین منت معلوم ہوتی ہے گویا کہ آپ بذاتہ کثیر الروایہ نہ ہونے کے باوجود علم و فضل اور فقاہت کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس ضمن میں امام بزار نے حضرت ابن عباس سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ، فرماتے ہیں جب مدائن فتح ہوا تو لوگ دنیا کی طرف جھپٹ گئے اور میں عمر فاروقؓ کی طرف تاکہ ان سے احادیث سن لوں اسی وجہ سے ابن عباس کی اکثر روایات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہیں۔

ہماری اس توجیہ کی تائید طبرانی میں منقول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ:-

واللہ ما کل نحدثکم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعناہ منہ ولکن لم یکن یکذب بعضنا بعضا۔

یعنی یہ بات کوئی ضروری نہیں کہ جو بات ہم تمھیں بیان کریں وہ ہم نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے سنی ہی ہو بلکہ ہم صحابہ سے اخذ کر کے بھی بیان کرتے ہیں کیونکہ اس وقت کذب وافترا کا شبہ تک نہ تھا۔

اسی طرح کے الفاظ مسند احمد میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں کہ:

ما کل حدیث سمعناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحدثنا اصحابہ عنہ کانت تشغلنا عنہ رعیۃ الابل۔

یعنی ہماری ہر حدیث نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے سنی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ ایک دوسرے سے بھی روایت کرتے ہیں کیونکہ ہمیں (ہمہ وقت کی تعلیم سے) اونٹوں کا چرانا یعنی اپنے مشاغل روکے رکھتے تھے!

علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے غلام سے معاہدہ کرنا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں ایک دن میں حاضر ہوا کروں گا اور ایک دن تم۔ اسی طرح صحابہؓ کا اپنے اپنے وطن یا اپنی قوم کو تعلیم دینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صحابہ کرام ایک دوسرے سے سن کر بھی احادیث بیان کرتے تھے جیسا کہ اصولِ حدیث میں یہ مسئلہ بالتفصیل مذکور ہے!

۶۔ بعض اہل تراجم نے منجملہ اسباب سے ایک سبب یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ کے دور میں وضاعین وکذابین نے سر اٹھا لیا تھا جس کو دبانے کے لیے آپ نے یہ دفعہ جاری کی کہ احادیث کو بیان کرنے میں احتیاط سے کام لیا جائے یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ قرآن مجید سے حدیث کے اختلاط کی وجہ سے آپ نے احادیث کو بیان کرنے پر احتیاط کی پابندی لگا دی جیسا کہ حافظ ذہبی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"...... ان الصدیق جمع الناس بعد وفاۃ نبیھم فقال انکم تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث تختلفون فیھا والناس بعدکم اشد اختلافاً فلا تحدثوا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً فمن سألکم فقولوا بیننا وبینکم کتاب اللہ فاستحلوا حلالہ وحرموا حرامہ فھذا المرسل یدلک ان مراد الصدیق التثبت فی الاخبار والتحری لا سد باب الروایۃ الخ" (تذکرہ ج ۱ ص ۲)

۷۔ اکابر صحابہ کے قلیل الروایہ ہونے کی علامہ واقدی نے یہی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ کرام روایات میں اس وجہ سے پیچھے ہیں کہ وہ جلد ہی وفات پا گئے اور انھوں نے وہ دور نہ دیکھا جب کہ صحابہ کی طرف احتیاج زیادہ اور صحابہ کم۔

غرضیکہ ان اسباب وعلل کی روشنی میں یہ کہنا علی وجہ البصیرہ ہوگا کہ شیخین قلیل الروایہ نہ تھے بلکہ فی الحقیقت کثیر الروایہ تھے باوجودیکہ قلیل الروایہ ہونا قلیل العلم ہونے کو لازم نہیں۔

بلکہ بعض اہل تراجم نے تو تصریح کی ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی حضر وسفر کی مسموعات کو بیان کرتے یعنی انھیں اتنی زندگی مل جاتی کہ وہ تمام روایات کو بیان کر سکتے تو حضرت ابوہریرہؓ جیسے دیگر کثیر الروایہ صحابہ سے آپ کی مرویات کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی۔

اس کے علاوہ دیکھیں بہت سے کبار صحابہ ہیں جو کہ قلیل الروایہ ہیں تو اس کا کیا مطلب ہوگا؟ مثلاً حضرت عثمان غنی، طلحہ، زبیر بن عوام، سعید بن ابی وقاص، عبد الرحمٰن بن عوف، ابو عبیدۃ ابن الجراح، سعید بن زید، سعد بن عبادہ، ابی بن کعب، عبادہ بن صامت، اسید بن حضیر اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین —— یہ صحابہ کرام وہ ہیں جن کی مرویات بہ نسبت دوسرے صحابہ کے کم ہیں۔ جن صحابہ سے اکثر روایات مروی ہیں ان میں حضرت عبد اللہ بن عمر، ابوہریرہ، جابر بن عبد اللہ، ابو سعید خدری، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ابن عباس، رافع بن خدیج، عائشہ، انس بن مالک اور براء بن عازب رضی اللہ عنہم بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

بعض صحابہ اس وجہ سے بھی کثیر الروایہ بنے کہ انھوں نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد طویل عمر پائی اور اسی قدر لوگوں کا ان کی طرف رجوع ہوا ایسے صحابہ کرام میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی، زید بن خالد الجہنی، عمران بن حصین، نعمان بن بشیر، معاویہ بن سفیان، سہیل بن ساعد الساعدی، عبد اللہ بن یزید الخطمی، مسلمہ بن مخلد الزرقی اور ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سر فہرست ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے ایسے صحابہ کرام بھی ہیں جن سے ایک روایت بھی نہیں تو کیا انھیں کوئی حدیث یاد نہ تھی؟ نہیں بلکہ انھیں روایت کرنے کا یا تو موقع ہی نہ ملا یا کسی اور وجہ سے وہ ذخیرہ محفوظ یا مطبوع نہیں لہٰذا ان مذکورہ وجوہ کی بنا پر حضرت ابوبکرؓ اور عمر رضی اللہ عنہما کا قلیل الروایہ ہونا درست ہے تو معیوب کیوں؟

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اس عبارت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:-

"ان ما انفردوا به من العلم عنا اكثر من ان يحاط به فلم يروا كل منهم ما سمع - واين ما سمعه الصديق والفاروق وغيرهما من كبار الصحابة رضي الله عنهم الى ما رووه فلم يروعنه صديق الامة مائة حديث وهو لم يغب عن النبي صلى الله عليه وسلم في شيء من مشاهده بل صحبه من حين بعث الى ان توفي وكان اعلم الامة به صلى الله عليه وسلم بقوله وفعله وهديه وسيرته .... وكذلك اجلة الصحابة روايتهم قليلة جدا بالنسبة الى ما سمعوه من نبيهم وشاهدوه .... ولو رووا كل ما سمعوه وشاهدوه لزاد على رواية ابي هريرة اضعافا مضاعفة فانه انما صحبه نحو اربع سنين وقد روى عنه الكثير - الى ان قال — انهم كانوا يهابون الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ويعظمونها ويقللونها خوف الزيادة والنقص ويحدثون بالشيء الذي سمعوه من النبي صلى الله عليه وسلم مرارًا ولا يصرحون بالسماع ولا يقولون قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" انتهى۔ (اعلام الموقعين)

© rasailojaraid.com